OPEN ACCESS
Journal of Islamic & Religious Studies
ISSN (Online): 2519-7118
ISSN (Print): 2518-5330
www.jirs.uoh.edu.pk/jirs

JIRS, Vol.:4, Issue: 1, Jan-June 2019
DOI: 10.36476/JIRS.4:1.06.2019.11, PP: 85-108

سیرت طیبہ کے تناظر میں پختون خواتین کی موجودہ معاشرت کا تحقیقی جائزہ

A Study on Communal Life of Pakhtūn Women in Sīrah Perspective

Dr .Javed Khan
Lecturer, Department of Islamic & Arabic,
University of Swat, KP, Pakistan

Dr. Muhammad Mushtaq Ahmed
Head, Department of Islamic & Arabic,
University of Swat, KP, Pakistan

Dr. Abzahir Khan
Associate Professor, Department of Islamic Studies
Abdul Wali Khan University, Mardan, KP, Pakistan

Version of Record Online/Print: 27-Jun-19
Accepted: 27-May-19
Received: 31-Jan-19

Abstract

Women play a role of paramount importance in the establishment of a distinctive nature of society. Women in Pakhtūn society are regarded with respect and piety. Pakistanis in general and Pakhtūn nation in particular can tolerate monetary losses, owing to their women but they cannot tolerate immoral and disgraceful events attached with their women (mothers, sisters, wives, and daughters) which most often become a reason for the domestic enmities and hostilities. In this article, efforts were made to answer the questions; that whether the different aspects of female lives have been treated according to the teachings of Sīrah or religion is used only as a weapon to suppress them and snatch their rights. The purpose of the study was to investigate the social issues of women from birth related ceremonies, assigning names, training and education, marriage, life after marriage and heredity related issues to their domestic routine issues and how to solve these issues in the light of teachings of the Prophet (P.B.U.H)? Furthermore, suggestions were given to make these solutions more effective and easy to be implemented in our society.

Key words: *women, society, sīrah, pakhtūn, Khyber Pakhtunkhwa*

CC BY

تمہید:

دینِ اسلام عقائد، عبادات اور معاملات کے متعلق احکامات کا مجموعہ ہے جن کا تعلق انسانی زندگی کے مختلف شعبوں کے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً"[1]

"اے ایمان والو! دینِ اسلام میں پورے کے پورے داخل جاؤ۔"

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمانوں کی عملی زندگی میں اسلامی تعلیمات بدرجہ اتم موجود ہوں چونکہ پختون قوم ایک مسلمان قوم ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ ان کی عملی زندگی میں بھی اسلامی احکامات، دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ موجود ہوں چاہے وہ احکامات کسی بھی طبقے، مرد وعورت کے ساتھ متعلق ہوں۔ اس تحقیق میں پختون معاشرے میں خواتین کو درپیش مسائل کا ذکر کیا گیا ہے اور نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کی روشنی میں ان کا حل پیش کیا گیا ہے۔

بنیادی تحقیقی سوالات:

اس تحقیق میں درج ذیل سوالات کا تحقیقی جواب دیا گیا ہے:

1. پختون معاشرے میں عورت کی زیادہ اہمیت اور قابلِ قدر کردار کے باوجود،اس کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھا جاتا ہے اور وہ سلوک سیرتِ طیبہ کی تعلیمات کے مطابق ہے یا نہیں؟
2. پختون خواتین کی زندگی کے مختلف پہلو کیا ہیں؟اور شرعی تعلیمات کی روشنی میں ان کی کیا حیثیت ہے؟
3. بچی کی پیدائش، مبارکبادی، عقیقہ، نام رکھنے،ان کی تعلیم وتربیت، نکاح، میراث، سسرالی معاشرہ اور گھریلو ذمہ داریوں کے ساتھ جڑے مسائل کون کون سے ہیں اور وہ مسائل شرعی طور پر کیسے حل ہو سکتے ہیں؟
4. ان کے متعلق سیرتِ طیبہ کی تعلیمات کیا ہیں؟اور ان تعلیمات کو کس طرح معاشرے میں قابلِ عمل بنا کر خواتین کے معاشرتی مسائل پر قابو پایا جاسکتا ہے؟

سابقہ تحقیقات کا جائزہ:

موجودہ دور جس کو الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کا دور کہا جاسکتا ہے، جہاں پر خواتین کے حقوق کی بات کھل کر کی جاتی ہے اور خواتین کے نکاح اور طلاق وخلع جیسے مسائل کو میڈیا کی زینت بنایا جاتا ہے۔ اس کوریج کی وجہ سے مسائل تو سامنے آجاتے ہیں اور بسا اوقات عدالت کے ذریعے ان کا حل بھی نکالا جاتا ہے لیکن وہ حل زیادہ پائیدار نہیں ہوتا۔ مسائل کے حل کے لئے آواز تو اٹھائی جاتی ہے لیکن مسائل پیدا ہونے کے سبب وعلت کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔ دراصل ان مسائل کے پیدا ہونے کا اصل سبب خواتین کے حقوق کے متعلق دینِ اسلام اور نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کی تعلیمات سے عدم آگہی ہے۔ اگر لوگوں میں یہ علم وآگہی آجائے تو امید ہے کہ ایسے مسائل پیدا ہی نہ ہوں۔ اس سلسلے میں پختون خواتین کے نکاحوں کے متعلق کئی مقالہ جات لکھے جا چکے ہیں جن میں "پختون معاشرے میں رائج نکاحوں کا شرعی جائزہ"[2]، "جبری نکاحوں کے نفسیاتی اثرات اور شرعی حکم"[3] شامل ہیں۔ ان کے علاوہ مختلف رسائل میں کسی خاص موضوع پر مضامین تو لکھے جاتے ہیں لیکن یکجا طور پر نہ تو تمام مسائل کا ذکر کیا جاتا ہے اور نہ سیرتِ طیبہ کی روشنی میں ان مسائل کا حل پیش کیا جاتا ہے۔

منہج تحقیق:

مقالہ کا منہج تحقیق بیانیہ یعنی (Descriptive Method) ہوگا جس میں پختون معاشرے کی خواتین کے مختلف مسائل کا سیرتِ طیبہ کی روشنی میں ایک تقابلی جائزہ (Comparative study) پیش کیا جائے گا۔

۱: بچی کی پیدائش پر خوشی کرنا:

اولاد اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک نعمت ہے چاہے مذکر کی صورت میں ہو یا مؤنث کی صورت میں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اولاد کو "ہبہ" یعنی تحفہ کے الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ"[4]

"اللہ تعالیٰ کے لئے آسمانوں اور زمین کی ملکیت ہے، وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہے صرف بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہے صرف بیٹے عطا کرتا ہے یا دونوں (بیٹا اور بیٹی) عطا کرتا ہے اور جس کو چاہے بے اولاد بنا دیتا ہے۔ بے شک وہ جاننے والا اور قادر ہے۔"

دینِ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں لوگ لڑکی کی پیدائش پر انتہائی بُرا مناتے تھے اور اس کو اپنے لئے عار اور شرم محسوس کرتے تھے۔ ان کی اس کیفیت کو قرآن ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

"وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَى هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ"[5]

"اور جب ان کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی جائے تو ان کا چہرہ بے رونق ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹتا رہتا ہے اور بیٹی کی پیدائش کی بری خبر کی وجہ سے اپنے قوم کے لوگوں سے چھپ کر پھرتا ہے کہ اس عار پر صبر کرلے یا اس کو زمین میں گاڑ دے خبردار بہت برا فیصلہ کرتے ہیں۔"

بیٹی کی پیدائش پر اس کو قتل کرتے تھے یا زندہ دفناتے تھے اس کی مذمت اور تشنیعت اللہ تعالیٰ نے یُوں بیان فرمائی:

"قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ"[6]

"تحقیق نقصان میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو بغیر علم کے نادانی میں قتل کیا۔"

ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے دینِ اسلام کی تعلیمات کے ذریعے بہت سی دیگر غلط رسومات کے ساتھ اس رسم کی بھی حوصلہ شکنی کی اور بیٹیوں کو بیٹوں کی طرح زندگی کا حق بخشا۔ اس ذہن کو تبدیل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت میں سب سے پہلے بچیوں کا تذکرہ فرمایا تاکہ اس غلط سوچ کی اصلاح ہو سکے۔ اس بات کی وضاحت امام ماتریدیؒ نے ان الفاظ میں فرمائی ہے:

"يخبر تعالى أن الأولاد جميعًا من الذكور والإناث مواهب الله تعالى وهداياه، فيجب أن يقبلوها منه قبول الهدايا والهبات على الشكر له والمنة، ثم بدأ بذكر الإناث ثم بالذكور؛ لأن من الناس من إذا ولد له الإناث يعدها مصيبة، ويثقل ذلك عليه، وعلى ذلك ما أخبر عن الكفرة أنهم إذا بشروا بالأنثى ظلت وجوههم مسودة بقوله تعالى: (وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ)، يخبر عن ثقل ذلك عليهم، وغيظهم على ذلك فبدأ بذكر ذلك؛ لئلا يعد أهل

الإسلام الأولاد الإناث مصيبة وبلاء على ما عدها الكفرة، والله أعلم"[7]

"اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا ہے کہ تمام اولاد مذکر اور مؤنث اللہ تعالیٰ کا ہبہ اور ہدیہ ہیں لہٰذا اس کے ہدیہ کو اس کے شکر اور احسان کے ساتھ قبول کرنا واجب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے بیٹیوں کا تذکرہ فرمایا اس کے بعد بیٹوں کا، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ان لوگوں کے ہاں بیٹی پیدا ہو جاتی تو اس کو ایک مصیبت اور بوجھ شمار کرتے تھے اور اسی پر کفار کی حالات کی خبر دی گئی کہ "جب ان کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی جائے تو ان کا چہرہ بے رونق ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹتا رہتا ہے"۔ اللہ تعالیٰ ان پر اس امر کی گرانی اور ناپسندیدگی کو بیان کرتے ہوئے نعمتوں میں پہلے بیٹیوں کا تذکرہ ہے تاکہ اہل اسلام اپنی زنانہ اولاد کو کفار کی طرح مصیبت اور عذاب نہ سمجھیں۔"

۲: بچی کی پیدائش پر مبارک باد:

بچی کی پیدائش پر ناراضگی اور پریشانی کا آ جانا چونکہ جاہلیت کے افعال میں سے ایک فعل ہے لہٰذا دینِ اسلام نے بچے کی پیدائش کی طرح بچی کی پیدائش پر بھی مبارک باد دینے کو مسنون قرار دیا ہے۔ فقہ کی مشہور کتاب "الفقہ المنہجی" میں ہے:

"ويستحبّ أن يهنئ الرجال الوالد، والنساء الوالدة بالمولود، يقولون له: بارك الله لك في الموهوب لك، وشكرت الواهب، وبلغ أشُدَّه، ورُزقت برَّه. ويستحب للوالد أن يجيبهم بقوله: بارك الله لكم، وبارك عليكم، وأجزل ثوابكم. وكذلك يقال للمرأة الوالدة، وتقول هي لهنّ، ما يقول الرجل للرجال. والله تعالى أعلم" [8]

"مستحب یہ ہے کہ مرد، والد کو اور عورتیں، والدہ کو بچہ یا بچی کی پیدائش پر یہ کہتے ہوئے مبارک باد دیں کہ اللہ تمہارے لئے اس عطاء کو بابرکت بنائے، تم دینے والے کے شکر گزار بنو، اور یہ جوانی کو پہنچے اور نیکوکار بنے اور والد کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ ان کو کہے اللہ تمہیں برکت دے اور اس کا اچھا بدلہ دے۔ یہی بات ماں بھی خواتین کو کہے۔"

دین اسلام نے نہ صرف بچی کی پیدائش پر ان جہلاء کی ناراضگی اور انہیں زندہ درگور کرنے کی مذمت فرمائی ہے بلکہ ان لوگوں کی ذہنی اصلاح کر کے ان کو انسانیت کا درس دیا اور ان کے بہت سے حقوق بھی بیان فرمائے۔

علامہ ابن قیم جوزیؒ نے بچیوں کے متعلق زمانہ جاہلیت کے افعالِ شنیعہ اور اسلام میں ان کے حقوق کے متعلق تذکرہ کرتے ہوئے سورۃ الشوریٰ کی اِن دو آیات کی روشنی میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹوں پر بیٹیوں کا تذکرہ مقدم کیا جن کو زمانہ جاہلیت میں پیچھے کیا جاتا تھا یہاں تک کہ ان کو زندہ دفن کرتے تھے۔ مطلب یہ کہ جو جنس یعنی بیٹیاں تمہارے ہاں مؤخر ہے وہ اللہ کے ہاں ذکر میں مقدم ہے۔ یہاں پر بیٹیوں کے ساتھ اہلِ جاہلیت کے اخلاقِ سیئہ پر غصہ کا اظہار بھی مقصود ہے جس کی مذمت اللہ تعالیٰ نے سورت النحل: آیت 58 میں یوں فرمائی ہے:

"وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَى هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ"

"جب ان کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی جائے تو ان کا چہرہ بے رونق ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹتا رہتا ہے اور بیٹی کی پیدائش کی بری خبر کی وجہ سے اپنے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس عار

پر صبر کر لے یا اس کو زمین میں گاڑ دے، خبر دار بہت برا فیصلہ کرتے ہیں۔"

حضرت قتادہؒ امام طبریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے بُرے کام کی خبر دی ہے، پس ایمان والے کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ اللہ کے فیصلے پر راضی ہو جائے اور اللہ کا اُس کے حق میں فیصلہ اُس کے اپنے فیصلے سے بہتر ہوتا ہے اور قسم ہے کہ اُس کو کیا پتہ کہ خیر کس میں ہے۔ بسا اوقات ایک لڑکی اپنے خاندان کے لئے ایک لڑکے سے بہتر ہوتی ہے۔ اللہ نے تمہیں ان کی خبر اس لئے دی ہے کہ تم اس کام سے اپنے آپ کو بچا لو اور اس سے رک جاؤ اور وہ لوگ اپنے کتُے کو تو کھانا کھلاتے تھے لیکن اپنی بیٹی کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔

دینِ اسلام مسلمانوں کو صرف اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے سے منع کرنے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ ان کو انسانیت کے اعلیٰ درجے پر لے جاتا ہے، لہٰذا نہ صرف بیٹیوں کی پیدائش پر برا ماننے، ترش رو اور ناراض ہونے سے منع فرمایا بلکہ اس کو رضامندی اور خوشی کے ساتھ قبول کرنے کا درس بھی دیا ہے۔ صالح بن امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ جب امام احمد کے ہاں بیٹی پیدا ہوتی تو فرماتے کہ انبیاء بیٹیوں کے باپ ہوا کرتے تھے۔[9]

۳: بیٹیوں کا عقیقہ کرنا:

بیٹیوں کو بیٹوں کی طرح اپنی اولاد اور انسان تسلیم کروانے کے بعد فقہ اسلامی نے ان کی پیدائش پر عقیقہ کرنے کو سنت قرار دے دیا ہے جس کا مقصد بچی کی پیدائش پر اپنی خوشی اور رضامندی کا اظہار ہوتا ہے۔

عقیقہ کا لغوی معنیٰ پیدائشی بالوں کے ہیں[10] اور اصطلاح میں عقیقہ کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

"مَا يُذْبَحُ عَنِ الْمَوْلُودِ شُكْرًا لِلّٰهِ تَعَالَى"[11]

"وہ ذبیحہ جو بچے کی پیدائش پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے کیا جائے اس کو عقیقہ کہتے ہیں۔"

القاموس الفقہی نے عقیقہ کی تعریف یوں لکھی ہے:

"الذبيحة التي تذبح عن المولود يوم سبوعه عند حلق شعره"[12]

"وہ ذبیحہ جو بچے کی پیدائش کے ساتویں دن اس کے بال کاٹتے وقت کیا جاتا ہے۔"

بچے کی طرف سے عقیقہ کرنا ایک سنت عمل ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

"لِمَا رَوَتْهُ عَائِشَةُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَهُمْ عَنِ الْغُلَامِ: شَاتَانِ مُتَكَافِئَتَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ"[13]

"عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لڑکے کی طرف سے دو برابر بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرنے کا حکم فرمایا ہے۔"

یہی تفصیل المغنی میں امام ابن قدامہ نے بھی فرمائی ہے، چنانچہ لکھا ہے:

"الْعَقِيقَةُ عَنِ الْمَوْلُودِ سُنَّةٌ، وَيَسْتَوِي فِي السُّنَّةِ الذَّكَرُ وَالأُنْثَى، فَكَمَا يَعُقُّ الْوَلِيُّ عَنِ الذَّكَرِ يَوْمَ السَّابِعِ يَعُقُّ عَنِ الأُنْثَى أَيْضًا، وَلَكِنْ يَعُقُّ عَنِ الأُنْثَى شَاةً، وَعَنِ الذَّكَرِ شَاتَانِ"[14]

"نومولود کی طرف سے عقیقہ کرنا سنت ہے اور اس میں لڑکا، لڑکی دونوں برابر ہیں یعنی جس طرح ولی لڑکے کی طرف سے ساتویں دن عقیقہ کرتا ہے، اسی طرح لڑکی کی طرف سے کرنا بھی سنت ہے البتہ لڑکے کی طرف سے دو بکرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرا ذبح کیا جائے گا۔"

پختون معاشرے میں بچی کی پیدائش، مبارک باد، عقیقہ اوران کی عملی صورتیں:

نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ اوراسلامی تعلیمات کی وضاحت کے بعداب معاشرے میں اس کی عملی صورتوں کا عمومی مشاہدہ ہے کہ لڑکے کی پیدائش پر خوشی منائی جاتی ہے، مٹھائیاں تقسیم کی جاتی ہیں، ایک دوسرے کو مبارک باد دی جاتی ہے۔ بعض مقامات پر ہوائی فائرنگ بھی کی جاتی ہے اور خوشی خوشی عقیقہ بھی کیاجاتاہے جب کہ اس کے برعکس لڑکی کی پیدائش پر خوشی نہیں منائی جاتی۔ خوشی اور مٹھائیاں تودرکنار، بعض علاقوں میں توزبانی مبارک باد تک نہیں دی جاتی۔ اس گھرانے کی عورتیں، خصوصاً نوزائیدہ بچی کی ماں، کئی روزتک روتی رہتی ہیں جیسے ان کے ہاں کوئی بڑاحادثہ پیش آچکا ہو۔ پختون معاشرے کی یہ رسم اور امتیازی برتاؤ نہ صرف جاہلیت کی باقیات میں سے ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی نہ ہونے کی عکاسی بھی کرتاہے۔ لہٰذا معاشرے میں اس حقیقت کواجاگر کرنے کی انتہائی ضرورت ہے کہ بیٹی کی پیدائش پر ناراضگی ایک جاہلانہ اقدام ہے یہ نہ صرف انسانی رواداری کے خلاف ہے بلکہ سیرتِ طیبہ کی تعلیمات کی خلاف ورزی اوراللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر ناراضگی بھی ہے۔ اگرچہ موجودہ معاشرت ، تعلیم اوردعوت و تبلیغ کے اثرات کی وجہ سے اس رویے میں خاصی کمی آئی ہے تاہم اس ناجائزرویے کے وجودسے انکارممکن نہیں۔

۴: بچیوں کے نام رکھنا:

اولادکے شرعی حقوق میں والدین کے ذمہ یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ ان کے نام اچھے رکھیں[15] یہ ذمہ داری بیٹے اوربیٹی دونوں کے بارے میں یکساں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جس طرح مردوں کے برے ناموں کو تبدیل کیاہے، اسی طرح خواتین کےبرے نام بھی تبدیل فرمائے ہیں۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں:

"أَنَّ ابْنَةً لِعُمَرِ كَانَ يُقَال لَهَا عَاصِيَةٌ فَسَمَّاهَا النَّبِيُّ ﷺ جَمِيلَةَ"[16]

"عمرؓ کی ایک بیٹی کوعاصیہ کہتے تھے، نبی کریم ﷺ نے اس کانام تبدیل کرکے جمیلہ رکھا۔"

اچھے نام کے ساتھ اچھی کنیت رکھناجس طرح مردوں کے لئے شرعی طورپر جائز ہے، اسی طرح خواتین کے لئے بھی جائز ہے چنانچہ حضرت عائشہؓ کی کنیت ام عبداللہ تھی۔ اس سلسلے میں امام ابوداوُدؒ فرماتے ہیں:

"عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كُل صَوَاحِبِي لَهُنَّ كُنًى، قَال: فَاكْتَنِي بِابْنِكِ عَبْدِاللَّهِ قَال الرَّاوِي يَعْنِي عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَهُوَ ابْنُ أُخْتِهَا أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، وَكَانَتْ عَائِشَةُ تُكَنَّى أُمُّ عَبْدِ اللَّهِ"[17]

"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! میری تمام سہیلیوں کی کنیت ہے، تونبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم ام عبداللہ کنیت رکھ لویعنی عبداللہ بن زبیرؓ کے نام سے جو ان کی بہن اسماءبنت ابی بکرؓ کے بیٹے تھے اس طرح عائشہؓ کی کنیت ام عبداللہ ہوگئی۔"

پختون معاشرے میں عام مشاہدہ یہ ہے کہ بعض اوقات بچیوں کے نام اچھے نہیں رکھے جاتے اورخصوصاً پہاڑی اور دیہی علاقوں میں تعلیم کی کمی کی وجہ سے یہ مسئلہ زیادہ ہوتاہے۔ گھرکی خواتین بچی کے لئے ایسے نام رکھتے ہیں جو عجیب وغریب ہوتے ہیں اوربسااوقات درست بھی نہیں ہوتے مثلاً "بلہ نہ" ، "بلہ نیشتہ"، "خاتمہ" وغیرہ۔ ان ناموں میں یہ بات پیش نظر ہوتی ہے اور معنوی طورپر یہ پیغام دیاجاتاہے کہ اس کے بعد دوسری لڑکی پیدانہ ہو جیسے ان ناموں کااردوترجمہ بھی یہی کیاجاتاہے

کہ "بلہ نہ" یعنی اگلی نہیں، "بلہ نیشتہ" یعنی دوسری لڑکی نہیں ہے اور "خاتمہ" یعنی آخری۔

بچیوں کے ساتھ ایسی ناانصافی ان کی لاعلمی اور جہالت کی ایک دلیل ہے کہ شریعتِ اسلامی نے ان کو آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے جو حقوق دیئے تھے آج تک انہیں وہ نہیں ملے بلکہ وہی جہالت کے رسومات آج بھی کہیں نہ کہیں زندہ ہیں لہٰذا ان مسائل کو حل کرنے کے لئے ہمارے معاشرے کے علماء اور سکالرز کو اپنا کردار ادا کردینا چاہیئے تاکہ معاشرے میں خواتین کے مسائل بھی حل ہو سکیں۔ سیرتِ طیبہ کی تعلیمات کے مطابق ان کی تعلیم وتربیت، پیار و محبت کا سلوک، عطیہ میں برابری اور ان کے اچھے ناموں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۵: بچیوں کی تعلیم وتربیت:

پختون معاشرے میں بچیوں کی تعلیم کے متعلق چار قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔

پہلی قسم کے لوگوں کا خیال یہ ہے کہ تعلیم بچیوں کا بنیادی حق ہے لیکن وہ شرعی وعصری، ضروری، واجب، مستحب اور مباح تعلیم کے درجات میں فرق کرتے ہیں۔ اس طرح یہ لوگ تعلیم دینے اور دلوانے میں کچھ حدود وقیود اور شرائط کا بھی خیال ضروری سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور میں بچیوں کی تعلیمی درسگاہوں میں کافی اضافہ ہو چکا ہے۔ بنات کے مدارس وجامعات اور وویمن کالجز اور یونیورسٹیز کی تعداد میں پہلے کی نسبت قابلِ قدر اضافہ نظر آ رہا ہے۔

دوسری قسم کے لوگ بھی اسی بات کے قائل ہیں البتہ وہ تعلیم کے حصول میں کسی بھی قسم کی قیودات وشرائط کا لحاظ نہیں رکھتے۔ ان کا خیال ہے کہ تعلیم بچیوں کے بنیادی حقوق میں سے ہے، اس لئے چاہے کچھ بھی ہو جائے تعلیم پر کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں ہونا چاہیئے۔

تیسری قسم کے لوگ لاپرواہی کا مظاہرہ کرکے بچیوں کی تعلیم میں کوتاہی کرتے ہیں۔ یہ لوگ اس کی مخالفت تو نہیں کرتے لیکن لڑکیوں کو عملاً تعلیم دینے کا انتظام بھی نہیں کرتے۔ ان کے مطابق بچیوں کی تعلیم وتربیت کی کوئی قدر وقیمت نہیں، تعلیم مل جائے تو اچھی بات اور نہ ملے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

چوتھی قسم ان لوگوں کی ہے جو بچیوں کی تعلیم کے مخالف ہیں، نہ خود تعلیم کا بندوبست کرتے ہیں اور نہ ہی اس کو جائز سمجھتے ہیں چاہے وہ تعلیم دینی وشرعی ہو یا دنیوی وعصری۔ یہ لوگ تعلیم کو صرف نوکری کے حصول کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ چونکہ خواتین کے لئے نوکری اور ملازمت کرنا جائز نہیں ہے اس لئے ان کی تعلیم بلا فائدہ ہے۔ اس قسم کے لوگوں کی تعداد کافی کم ہے۔ ان پڑھ اور بلا تعلیم ہونے کی وجہ سے انہیں تعلیم کی قدر وقیمت کا اندازہ ہی نہیں ہوتا۔

بچیوں کی تعلیم وتربیت کے متعلق نبوی تعلیمات:

نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں تعلیم کی ترویج کے لئے جتنی بھی تعلیمات بیان فرمائی گئی ہیں ان میں بیٹے اور بیٹی کے درمیان کوئی فرق نہیں بتایا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ فرائض واحکامات کی پابندی جس طرح مردوں سے مطلوب ہے، اسی طرح عورتوں سے بھی مطلوب ہوا کرتی ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

"طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ" [18]

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"

اس حدیث کے الفاظ میں اگرچہ مذکر کا صیغہ استعمال ہوا ہے لیکن اس کے معنیٰ مذکر اور مؤنث دونوں کو شامل ہیں [19]

یعنی علم حاصل کرنا مردوں کے ساتھ عورتوں کی بھی ذمہ داری ہے۔اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بچیوں کی تعلیم وتربیت کی طرف راہنمائی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"مَنْ كَانَتْ لَهُ بِنْتٌ فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ أَدَبَهَا، وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا، وَأَسْبَغَ عَلَيْهَا مِنْ نِعَمِ اللهِ الَّتِي أَسْبَغَ عَلَيْهِ كَانَتْ لَهُ سِتْرًا أَوْ حِجَابًا مِنَ النَّارِ"[20]

"جس کی ایک بیٹی ہو اور اس نے اچھی طرح سے اس کی تربیت کی اور اس کو اچھی تعلیم دلوائی اور اس پر اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کی فراوانی کی تو یہ اس کے لیے جہنم کے آگ سے حجاب ہو گی۔"

اس حدیث سے بچیوں کی تعلیم وتربیت کی فضیلت اور اہمیت نمایاں ہے۔

تعلیم نسواں کا سلسلہ نبی کریم ﷺ کے زمانے سے چلا آ رہا ہے۔اس سلسلے میں خواتین صحابیاتؓ نے نبی کریم ﷺ سے تعلیم وتربیت حاصل کی غرض سے وقت دینے کی درخواست کی تھی جو نبی کریم ﷺ نے قبول فرمائی تھی۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں:

"قَالَتِ النِّسَاءُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: غَلَبَنَا عَلَيْكَ الرِّجَالُ فَاجْعَلْ لَنَا يَوْمًا مِنْ نَفْسِكَ، فَوَاعَدَهُنَّ يَوْمًا لَقِيَهُنَّ فِيهِ فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ"[21]

"عورتوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ مرد آپ پر ہم سے زیادہ غالب آ گئے، ہمارے لئے بھی ایک دن اپنی طرف سے مقرر فرما دیجیئے تو نبی کریم ﷺ ان کو ایک دن عطا فرمایا جس میں ان کو وعظ ونصیحت فرماتے تھے۔"

تعلیم وتربیت کے حصول پر حضرت عائشہؓ انصاری صحابیات کی تعریف کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

"عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ لَمْ يَمْنَعْهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّينِ"[22]

"انصار کی عورتیں کتنی اچھی ہیں علمِ دین کے حصول میں حیا ان کے لئے رکاوٹ نہیں۔"

تربیت ہی کی غرض سے نبی کریم ﷺ نے سات سال کی عمر کے بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دینے کے بارے میں فرمایا ہے اور دس سال کی عمر میں ان کو نماز نہ پڑھنے پر ہلکی پھلکی مار پیٹ کا حکم دیا ہے اور ان کے بستروں کو الگ کرنے کے بارے میں بھی فرمایا ہے۔[23]

امام نوویؒ کے مطابق یہ حدیث بیٹے اور بیٹی دونوں کو شامل ہے، چنانچہ فرمایا ہے:

"وَالْحَدِيثُ يَتَنَاوَلُ بِمَنْطُوقِهِ الصَّبِيَّ وَالصَّبِيَّةَ، وَأَنَّهُ لاَ فَرْقَ بَيْنَهُمَا بِلاَ خِلاَفٍ"[24]

"یہ حدیث بچہ اور بچی دونوں کو شامل ہے اور بالاتفاق ان میں کوئی فرق نہیں۔"

ایک تعلیم یافتہ خاتون اپنے ساتھ پورے ایک خاندان کو تعلیم یافتہ بنا سکتی ہے لہٰذا معاشرتی طور پر شرح خواندگی بڑھانے کے لئے تعلیم نسواں کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ مردوں کی تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ خواتین کی تعلیم وتربیت بھی انتہائی لازمی ہے۔امام نوویؒ، امام شافعیؒ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"قَالَ الشَّافِعِيُّ وَالْأَصْحَابُ رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالَى: عَلَى الْآبَاءِ وَالْأُمَّهَاتِ تَعْلِيمُ أَوْلَادِهِمُ الصِّغَارِ الطَّهَارَةَ وَالصَّلَاةَ وَالصَّوْمَ وَنَحْوَهَا، وَتَعْلِيمُهُمْ تَحْرِيمَ الزِّنَى وَاللِّوَاطِ وَالسَّرِقَةِ، وَشُرْبِ الْمُسْكِرِ وَالْكَذِبِ

وَالْغِيبَةِ وَشِبْهِهَا، وَأَنَّهُمْ بِالْبُلُوغِ يَدْخُلُونَ فِي التَّكْلِيفِ، وَهَذَا التَّعْلِيمُ وَاجِبٌ عَلَى الصَّحِيحِ، وَأُجْرَةُ التَّعْلِيمِ تَكُونُ فِي مَالِ الصَّبِيِّ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ فَعَلَى مَنْ تَلْزَمُهُ نَفَقَتُهُ، وَقَدْ جَعَلَ الشَّافِعِيُّ وَالْأَصْحَابُ لِلْأُمِّ مَدْخَلاً فِي وُجُوبِ التَّعْلِيمِ؛ لِكَوْنِهِ مِنَ التَّرْبِيَةِ وَهِيَ وَاجِبَةٌ عَلَيْهَا كَالنَّفَقَةِ"[25]

"امام شافعیؒ اوران کے ساتھی فرماتے ہیں: والدین کی ذمہ داری ہے کہ اپنے چھوٹے بچوں کو طہارت، نماز اور روزہ وغیرہ کے مسائل سکھائیں، اسی طرح زنا، لواطت، چوری، نشہ آور اشیاء کے پینے، جھوٹ اور غیبت وغیرہ کی حرمت بیان کرنا اور یہ کہ بلوغت کے بعد وہ مکلّف ہوں گے، یہ سکھانا واجب ہے۔ اس تعلیم کی اجرت بچے کے مال سے لی جائے گی، اگر اس کا مال نہ ہو تو جس پر اس کا نفقہ لازم ہو امام شافعیؒ اوران کے اصحاب نے بچے کی تعلیم کی ذمہ داری ماں پر واجب کی ہے اس لئے کہ نفقہ کی طرح تربیت کرنا بھی اس کی ذمہ داری ہے۔"

فقہی طور پر دینی تعلیم وتربیت والدین اور سرپرستوں پر جس طرح نرینہ اولاد کے لئے لازمی ہے اسی طرح بچیوں کے لئے بھی لازمی ہے البتہ دنیوی وعصری تعلیم کے لئے ضرورت کو دیکھا جاتا ہے مثلاً خواتین کی پوشیدہ بیماریوں کے علاج کے لئے خواتین ڈاکٹروں کی موجودگی شرعاً بھی ضروری ہے اگرچہ خواتین ڈاکٹر کی عدم دستیابی کی صورت میں مرد ڈاکٹر بھی حدود کے اندر خواتین کا علاج کر سکتا ہے تاہم حدود وشرائط کی رعایت رکھتے ہوئے خواتین کو دنیوی تعلیم دینے کے جواز میں کوئی شک نہیں۔[26]

۶: بیٹیوں کے ساتھ پیار ومحبت کرنا:

بچوں کی تعلیم وتربیت میں اخلاقی اور شرعی طور پر ضروری ہے کہ بیٹے کو بیٹی پر ترجیح نہ دی جائے کہ بیٹے کا بچپن اچھا گزرے، ہر کوئی اس کا خیال رکھے، اس سے پیار کرے، اس کو کھانے پینے کی اشیاء، کھلونے وغیرہ ملتے رہیں اور اس کے برعکس بیٹی کا خیال اس قدر نہ کیا جائے۔ بچیوں کی تعلیم وتربیت کی ترغیب دیتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ان پر لڑکوں کو ترجیح نہ دینے پر زور دیا ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"مَنْ كَانَتْ لَهُ أُنْثَى فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ (يَعْنِي الذُّكُورَ) عَلَيْهَا أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ"[27]

"جس کی بیٹی ہو، وہ اس کو تکلیف نہ دے اور اس کی اہانت نہ کرے اور نرینہ اولاد کو اس پر ترجیح نہ دے، اللہ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔"

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بیٹے کے مقابلے میں بیٹی کے ساتھ کم پیار کرنے کو ناپسند فرمایا ہے اور اس کو ناانصافی قرار دیا ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

"أَنَّ رَجُلاً كَانَ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَجَاءَ ابْنٌ لَهُ فَقَبَّلَهُ وَأَجْلَسَهُ فِي حِجْرِهِ، ثُمَّ جَاءَتْ بِنْتُهُ فَأَخَذَهَا فَأَجْلَسَهَا إِلَى جَنْبِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: فَمَا عَدَلْتَ بَيْنَهُمَا"[28]

"ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا تھا، اس شخص کا بیٹا آگیا، اس نے اپنے بیٹے کا بوسہ لیا اور اس کو اپنی گود میں بٹھایا۔ اس کے بعد اس کی بیٹی آئی تو اس نے اس کو لیا اور اپنے ایک طرف بٹھا دیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم نے دونوں کے درمیان انصاف نہیں کیا۔"

پختون معاشرے میں بچیوں کی تعلیم وتربیت اور والدین کا بچیوں کے ساتھ پیار و محبت:

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ پختون معاشرے میں بچیوں کی تعلیم کے متعلق چار قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں، اس میں چوتھی قسم کے لوگ جو بچیوں کی تعلیم کے مخالف ہیں، وہ شرعی طور پر ناجائز اور حرام کام کر رہے ہیں اس لئے کہ یہ صریح نصوص کی مخالفت ہے۔ تیسری قسم کے لوگ جو بچیوں کی تعلیم میں غفلت اور کوتاہی کر رہے ہیں، گناہگار ہیں، بچیوں کے حقوق ادا نہیں کر رہے ہیں۔

دوسری قسم کے لوگ جو ہر حال میں ہر قسم کی تعلیم کے بلاشرط حامی ہیں وہ کچھ غلطی کر رہے ہیں کیونکہ حدود و قیود کا خیال رکھنا ضروری ہے جیسا کہ پہلی قسم کے لوگوں کا خیال ہے۔ تیسری اور چوتھی قسم کے لوگ پختون معاشرے میں پہلے زیادہ تھے، اب ان کی تعداد رفتہ رفتہ کم ہو رہی ہے۔ سروے کے مطابق پختون معاشرے کے ۵۳ فیصد بچے اور بچیاں تعلیم حاصل کرنے کے لئے سکولوں میں داخل ہو رہے ہیں جن میں لڑکوں کے مقابلے میں بچیوں کا تناسب کم ہے[29] جو اس بات پر دال ہے کہ پختون معاشرے میں بچیوں کی عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ، دینی اور شرعی لازمی تعلیم کے اہتمام کی اشد ضرورت ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے میں دینی مدارس وجامعات اپنا بھرپور کردار ادا کر رہے ہیں اور ملک کے طول وعرض میں بنات کے مدارس اور جامعات وجود میں آ رہے ہیں جس سے تعلیمِ نسواں کی ترویج میں خاطر خواہ اضافہ ہو رہا ہے جس کا اچھا نتیجہ مستقبل قریب میں سامنے آ جائے گا۔

اسی طرح پختون معاشرے میں اولاد کے ساتھ بچپن میں پیار و محبت کے برتاؤ میں ناانصافی کی جاتی ہے۔ بیٹے کے مقابلے میں بیٹی کے ساتھ اتنا پیار نہیں کیا جاتا۔ بعض علاقوں خصوصاً دیہات اور پہاڑی علاقوں میں باپ کے لئے اپنی بیٹی کو گود میں اٹھا کر باہر گھومنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ بعض دیہاتوں میں تو یہ مشاہدہ ہے کہ باپ لوگوں کے سامنے اپنی بچی کو گود میں نہیں اٹھاتا کہ لوگ اس کو زن مرید کہیں گے۔

۷: بچیوں کو ہدیہ اور میراث دینا:

تعلیماتِ نبوی ﷺ میں والدین کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ زندگی میں اپنے بچوں کے مابین ہدایاء کی تقسیم میں برابری اور مساوات سے کام لینا چاہیئے۔ اس میں مردوں کو خواتین پر ترجیح نہیں دینی چاہیئے کیوں کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"لاَ يَجُوزُ تَفْضِيل الذَّكَرِ عَلَى الأُنْثَى فِي الْعَطِيَّةِ"[30]

"عطیہ میں نرینہ اولاد کو زنانہ اولاد پر ترجیح دینا ناجائز ہے۔"

مزید برآں حضرات مالکیہؒ نے ایسے وقف کو باطل اور ناجائز قرار دیا ہے جس میں خواتین کو محروم رکھا جائے اور صرف نرینہ اولاد کے لئے وقف کیا جائے اور اس کو زمانہ جاہلیت کے افعال میں سے شمار کیا ہے۔[31]

ہمارے معاشرے میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ والدین اپنی زندگی میں بیٹیوں کی نسبت بیٹوں کو بہت عطا کرتے ہیں۔ بیٹیوں کو یا تو بالکل نہیں دیتے یا صرف جہیز میں کچھ دے کر جان چھڑائی جاتی ہے۔ ہدیہ، تحفہ تو درکنار، میراث جو ان کا بنیادی شرعی حق ہے، وہ بھی اکثر نہیں دیا جاتا۔ نبی کریم ﷺ سے پہلے زمانہ جاہلیت میں ان کو میراث میں سے حصہ نہیں ملتا تھا، تفسیر طبری میں ہے:

"جَعَلَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى لِلأُنْثَى نَصِيبًا فِي الْمِيرَاثِ كَمَا لِلذَّكَرِ نَصِيبٌ، وَقَدْ كَانُوا فِي الْجَاهِلِيَّةِ لاَ يُوَرِّثُونَ الإِنَاثَ. قَال سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَقَتَادَةَ: كَانَ الْمُشْرِكُونَ يَجْعَلُونَ الْمَال لِلرِّجَال الْكِبَارِ وَلاَ يُوَرِّثُونَ النِّسَاءَ وَلاَ الأَطْفَال شَيْئًا، فَأَنْزَل اللَّهُ تَعَالَى: {لِلرِّجَال نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالأَقْرَبُونَ مِمَّا قَل مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا}[32].أَيِ الْجَمِيعُ فِيهِ سَوَاءٌ فِي حُكْمِ اللَّهِ تَعَالَى يَسْتَوُونَ فِي أَصْل الْوِرَاثَةِ وَإِنْ تَفَاوَتُوا بِحَسَبِ مَا فَرَضَ اللَّهُ لِكُلٍّ مِنْهُمْ"[33]

"اللہ تعالیٰ نے میراث میں عورتوں کے لئے بھی مردوں کی طرح حصہ مقرر کیا ہے حال یہ کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ عورتوں کو میراث نہیں دیتے تھے۔ سعید بن جبیر اور قتادہ فرماتے ہیں کہ مشرکین میراث صرف بڑے مردوں کو دیتے تھے، عورتوں اور بچوں کو حصہ نہیں دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی یہ آیت نازل فرمائی : "والدین اور رشتہ دار جو ترکہ چھوڑدیں اس میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور اس میں عورتوں کا بھی حصہ ہے۔ کمی اور زیادتی کے ساتھ حصے مقرر کئے گئے ہیں۔" یعنی اصل وراثت میں سارے برابر ہیں اگر چہ ہر ایک کے مقررہ حصوں میں تفاوت ہے۔"

امام ماوردیؒ نے قرآن میں آیاتِ میراث کا سببِ نزول یہی بیان فرمایا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو میراث میں حصہ نہیں ملتا تھا تو قرآن نے ان کو حصہ دار بنایا ہے، فرماتے ہیں:

"سَبَبُ نُزُول هَذِهِ الآيَةِ أَنَّ أَهْل الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوا يُوَرِّثُونَ الذُّكُورَ دُونَ الإِنَاثِ، فَرَوَى ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَال: نَزَلقَوْل اللَّهِ تَعَالَى: {لِلرِّجَال نَصِيبٌ}الآيَةَ فِي أُمِّ كَجَّةَ وَبَنَاتِهَا وَثَعْلَبَةَ وَأَوْسِ بْنِ سُوَيْدٌ وَهُمْ مِنَ الأَنْصَارِ، وَكَانَ أَحَدُهُمَا زَوْجَهَا وَالآخَرُ عَمَّ وَلَدِهَا، فَقَالَتْ: يَا رَسُول اللَّهِ تُوُفِّيَ زَوْجِي وَتَرَكَنِي وَابْنَتَهُ وَلَمْ نُورَّثْ، فَقَال عَمُّ وَلَدِهَا: يَا رَسُول اللَّهِ، وَلَدُهَا لاَ يَرْكَبُ فَرَسًا وَلاَ يَحْمِل كَلًّا، وَلاَ يَنْكَأُ عَدُوًّا يَكْسِبُ عَلَيْهَا وَلاَ تَكْسِبُ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ"[34]

"اس آیت (للرجال نصیب۔۔۔۔ الخ) کا سبب نزول یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ صرف مردوں کو حصہ دیتے تھے اور عورتوں کو حصہ نہیں دیتے تھے۔ ابن جریج، حضرت عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت ام کجہ، اس کی بیٹیوں، ثعلبہ اور اوس بن سوید کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ تمام انصاری صحابہ تھے ان دو مردوں میں سے ایک ام کجہ کا شوہر اور دوسرا اس کا دیور تھا۔ ام کجہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ! میرا شوہر وفات پا گیا، مجھے اور میری بیٹیوں کو چھوڑ دیا اور ہمیں میراث میں حصہ نہیں دیا گیا تو اس کے دیور (بچیوں کے چچا) بولے: یا رسول اللہ ﷺ ! اس کی بچیاں گھوڑے پر سواری نہیں کر سکتیں، بوجھ نہیں اٹھا سکتیں، نہ دشمن کو قتل کرکے کچھ کما سکتی ہیں اور نہ ایسے کچھ کما سکتی ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔"

اسی طرح سورۃ النساء کی آیت نمبر (۱۱) کے سبب نزول کا واقعہ بھی کچھ اسی طرح ہے کہ عورتوں کو میراث میں حصہ نہیں ملتا تھا۔ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

"سَبَبُ نُزُول قَوْله تَعَالَى: {يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلاَدِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْل حَظِّ الأُنْثَيَيْنِ}مَا رُوِيَ عَنْ جَابِرٍ

قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةُ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَاتَانِ ابْنَتَا سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ، قُتِلَ أَبُوهُمَا مَعَكَ فِي يَوْمِ أُحُدٍ شَهِيدًا، وَإِنَّ عَمَّهُمَا أَخَذَ مَالَهُمَا فَلَمْ يَدَعْ لَهُمَا مَالاً، وَلاَ يُنْكَحَانِ إِلاَّ وَلَهُمَا مَالٌ فَقَالَ: يَقْضِي اللَّهُ فِي ذَلِكَ، فَنَزَلَتْ آيَةُ الْمِيرَاثِ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عَمِّهِمَا فَقَالَ: أَعْطِ ابْنَتَيْ سَعْدٍ الثُّلُثَيْنِ، وَأُمَّهُمَا الثُّمُنَ، وَمَا بَقِيَ فَهُوَ لَكَ"[35]

"{يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ} آیت کاسبب نزول یہ ہے کہ سعد بن ربیع کی بیوی نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! یہ دونوں سعد بن ربیع کی بیٹیاں ہیں ان کے والد آپ کے ساتھ غزوہ احد میں شہید ہوگئے اور ان کے چچا ان کا مال لے گئے، ان کے لئے کچھ نہیں چھوڑا اور مال کے بغیر تو کوئی ان کے ساتھ نکاح نہیں کرتا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ اس میں تمہارا فیصلہ فرمائے گا، تو میراث کی یہ آیت نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے چچا کے پاس پیغام بھیجا اور فرمایا کہ سعد کی بیٹیوں کو دو تہائی، ان کی ماں کو آٹھواں حصہ دے دو اور باقی تمہارا۔"

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی سیرتِ طیبہ میں مالی مسائل کو عموماً جب کہ میراث کے مسائل کو خصوصاً بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔قرآن کریم میں زیادہ تر احکامات کا تذکرہ اُصولی طور پر کیا گیا ہے جب کہ میراث کی جزئیات بیان کرکے ہر ایک وارث کا حصہ بیان کیا گیا ہے۔ جن میں عورتوں کی مد میں ماں، بیوی، بیٹی کو وراث بنایا ہے، جب کہ بہن، دادی، پوتی وغیرہ کو مخصوص حالات کے تحت حصہ دار بنایا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ"[36]

"مرد کو عورت کے حصے کا دگنا ملے گا۔"

اس سے واضح ہوتا ہے کہ مردوں کا حصہ عورتوں کے حصص کو بنیاد بنا کر بیان کیا گیا ہے گویا کہ عورت کا حصہ پہلے سے متعین ہے۔ جن ورثاء کا حصہ مقرر ہے، ان میں سے دو تہائی ورثاء (جن کو ذوی الفروض کہا جاتا ہے) کا تعلق مؤنثات سے ہے۔ ذوی الفروض بارہ ہیں، جن میں آٹھ عورتیں (ماں، بیوی، بیٹی، پوتی، حقیقی بہن، باپ شریک بہن، ماں شریک بہن، دادی، نانی) اور چار مرد (باپ، دادا، شوہر، ماں شریک بھائی) ہیں۔ لہٰذا شریعت کے مقرر کردہ حصہ سے کسی وارث کو محروم رکھنے والے ورثاء غاصب شمار ہوں گے کیوں کہ کسی مسلمان کی اجازت کے بغیر اُس کے مال کو استعمال کرنا ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے۔ [37]

علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

"أَيْ هَذِهِ الْفَرَائِضُ وَالْمَقَادِيرُ الَّتِي جَعَلَهَا اللَّهُ لِلْوَرَثَةِ بِحَسَبِ قُرْبِهِمْ مِنَ الْمَيِّتِ وَاحْتِيَاجِهِمْ إِلَيْهِ وَفَقْدِهِمْ لَهُ عِنْدَ عَدَمِهِ، هِيَ حُدُودُ اللَّهِ، فَلَا تَعْتَدُوهَا وَلَا تُجَاوِزُوهَا---الخ" [38]

"یہ مقررہ حصے اور مقداریں جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ورثاء کے لئے بیان کیا ہے جو ان کی میت کے ساتھ رشتہ داری، میت کی طرف احتیاج اور اُس کی عدم موجودگی کی مناسبت سے ہے، یہی اللہ کی حدود ہیں، ان سے تجاوز نہیں کرنا چاہیئے۔"

گویا عورتوں کو میراث میں حصہ ملنا نبی کریم ﷺ کی نبوت کے صدقے ہے۔

۸: نکاح میں خواتین کی اجازت:

زمانہ جاہلیت میں عورت کو کسی قسم کا حق نہیں دیتے تھے حتیٰ کہ باپ کے مرجانے کے بعد اس کی بیوی (اپنی سوتیلی ماں) کو بھی مال کی طرح میراث کا حصہ بنا کر تقسیم کرلیتے تھے۔ علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

"كان الرجل إذا توفي، كان ابنه أحق بامرأته ينكحها إن شاء إذا لم يكن ابنها أو ينكحها من شاء أخاه أو ابن أخيه."[39]

"(اہل جاہلیت میں) جب کوئی شخص وفات پاجاتا تو اس کا (سوتیلا) بیٹا باپ کی منکوحہ پر نکاح کا سب سے زیادہ حق دار ہوتا، بیٹے کی عدم موجودگی کی صورت میں شوہر کا بھائی یا بھتیجا اس کا نکاح کرواتا تھا۔"

امام بخاری عورتوں کے ساتھ اس زیادتی کے متعلق فرماتے ہیں:

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا}[40] الآيَةَ. قَالَ: " كَانُوا إِذَا مَاتَ الرَّجُلُ كَانَ أَوْلِيَاؤُهُ أَحَقَّ بِامْرَأَتِهِ: إِنْ شَاءَ بَعْضُهُمْ تَزَوَّجَهَا، وَإِنْ شَاءُوا زَوَّجُوهَا، وَإِنْ شَاءُوا لَمْ يُزَوِّجُوهَا، فَهُمْ أَحَقُّ بِهَا مِنْ أَهْلِهَا، فَنَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ فِي ذَلِكَ"[41]

"ابن عباسؓ {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا} کے بارے میں کہتے ہیں کہ جب ان میں کوئی شخص وفات پاجاتا تو اس کی بیوی پر اس کے اولیاء زیادہ حق دار ہوتے اگر کوئی اس سے نکاح کرنا چاہتا تو خود نکاح کرلیتا یا کسی اور سے نکاح کروادیتے یا کسی کے ساتھ نکاح نہ کرنے دیتے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔"

بعض اوقات شوہر کے مرجانے کے بعد اس کے ورثاء اس بیوہ عورت کے ساتھ نہ نکاح کرتے تھے اور نہ ہی کہیں نکاح کرنے دیتے تھے، یہاں تک کہ وہ مرجاتی اور اس کا مال بھی ان کو مل جاتا تھا، تفسیر ابن کثیر میں ہے:

"قَال زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ كَانَ أَهْل يَثْرِب إِذَا مَاتَ الرَّجُل مِنْهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَرِثَ امْرَأَتَهُ مَنْ يَرِثُ مَالَهُ، وَكَانَ يَعْضُلُهَا حَتَّى يَرِثَهَا أَوْ يُزَوِّجَهَا مَنْ أَرَادَ"[42]

"زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں کہ یثرب والوں میں زمانہ جاہلیت میں جب کوئی مرد وفات پاجاتا تو مال کے ورثاء اس کی بیوی کے بھی وارث ہوجاتے، وہ اس عورت کو اس کے مال کا وارث بننے تک نکاح نہ کرنے دیتے یا اپنی مرضی کے مطابق اس کا نکاح کرواتے۔"

انہی حالات کے پیشِ نظر قرآن کریم میں باپ کی منکوحہ کے ساتھ نکاح کرنے کی ممانعت نازل ہوئی اور فرمایا گیا:

"وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا"[43]

"اپنے باپ کی منکوحہ کے ساتھ نکاح مت کرو، ہاں جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا، یہ فحش کام، اللہ کی ناراضگی کا سبب اور بُرا راستہ ہے۔"

خلاصہ کلام یہ کہ زمانہ جاہلیت میں خواتین کو کسی قسم کے حقوق حاصل نہیں تھے نہ ان کو میراث میں کوئی حصہ ملتا تھا نہ ان کو اپنی مرضی کے مطابق اپنے نکاح کے متعلق فیصلے کا کوئی اختیار حاصل تھا۔

نبی کریم ﷺ کی نبوت کے صدقے خواتین کو وہ سارے حقوق مل چکے ہیں جن کا براہ راست تعلق ان کی زندگی کے ساتھ ہو، چنانچہ ان کے مالی تصرفات کے ساتھ ساتھ ان کی ولایت، یہاں تک کہ ان کے قاضی اور جج بننے کو بھی جائز قرار دیا ہے۔[44] اسی طرح ان کو میراث کا حق بھی دیا گیا ہے، نکاح کرنے اور کروانے کی ولایت بھی بخش دی گئی ہے اور قرآن کریم نے اعلان فرمایا:

"فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ"[45]

"ان کو اپنے نکاح کرنے سے مت روکو، اگر وہ راضی ہوں۔"

اسی طرح خواتین کو نکاح کا اختیار دینے کے لئے مؤنث کا صیغہ استعمال فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ"[46]

"اگر مرد (تیسری دفعہ) عورت کو طلاق دے تو یہ اس شوہر کے لئے اس وقت تک جائز نہیں جب تک یہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔"

مؤنث کے صیغوں سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ خواتین کو اپنا نکاح خود کروانے کی اجازت ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے نکاح کے لئے عورتوں سے اجازت لینے کا حکم دیا ہے، ارشاد فرمایا:

"عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، حَدَّثَهُمْ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ:«لاَ تُنْكَحُ الأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلاَ تُنْكَحُ البِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَيْفَ إِذْنُهَا؟ قَالَ: «أَنْ تَسْكُتَ»"[47]

"حضرت ابوسلمہؓ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فرمایا: بے نکاح عورت (بیوہ) سے مشورہ کرکے نکاح کرنا چاہیئے، غیر شادی شدہ خاتون کے ساتھ بھی نکاح کرتے وقت اس سے اجازت لینی چاہیئے، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کی اجازت کیسے ہوگی؟ فرمایا: جب وہ خاموش ہوجائے۔"

حضرت عثمان بن عفانؓ کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح کرتے ہوئے ان سے پوچھا کرتے تھے۔[48]

فقہ حنفی نے عاقل بالغ خاتون کو خود اپنا نکاح کروانے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ نکاح کفو میں ہو اور مہر مثل سے کم پر نہ ہو۔

"وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وإن لم يعقد عليها ولى بكرا كانت أو ثيبا عند أبي حنيفة وأبي يوسف "رحمهما الله" في ظاهر الرواية"[49]

"امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے ہاں ظاہر الروایۃ میں آزاد، عاقل اور بالغ عورت کا نکاح، اس کی رضامندی کے ساتھ اس کے ولی کے بغیر منعقد ہوجاتا ہے چاہے وہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔"

پختون معاشرے میں خواتین کا نکاح:

آج کے معاشرے میں عورت کی حالت اگر دیکھی جائے اور اس کا دورِ جاہلیت کی عورت کے ساتھ تقابل کیا جائے تو نتیجہ کچھ زیادہ مختلف نہیں ہوگا۔ یہاں پر بھی بسا اوقات، گھر کا سربراہ نکاح کے لئے اپنی بچیوں سے پوچھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتا اور اپنی مرضی کے مطابق اس کا نکاح کرواتا ہے۔ اگرچہ سیرتِ طیبہ نے باپ اور دادا کو اپنی بچیوں کے نکاح کا اختیار دیا ہوا ہے لیکن اپنی بچی کی رائے کو بالکل نظرانداز کرنا قابل غور ہے۔ نبی کریم ﷺ سے زیادہ، کون اپنے بچوں کے لئے شفیق اور مہربان ہوگا؟

ان جیسی ہستی بھی اپنی بیٹیوں کے نکاح کے وقت ان سے ان کی مرضی دریافت فرماتے تھے۔ حضرت مہاجر بن عکرمہؓ فرماتے ہیں :

"كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستأمر بناته إذا أنكحهن قال: يجلس عند خدر المخطوبة، فيقول: «إن فلانا يذكر فلانة»، فإن حركت الخدر لم يزوجها، وإن سكتت زوجها"[50]

"نبی کریم ﷺ جب اپنی بیٹیوں کا نکاح فرماتے تھے توان سے اجازت طلب کرتے تھے، فرماتے ہیں کہ وہ ان کے خلوت خانے کے قریب بیٹھ کر دریافت فرماتے کہ فلاں شخص فلاں عورت کا تذکرہ کر رہا تھا، اگر وہ خلوت خانہ حرکت کرتا تو نکاح نہ فرماتے اور اگر خاموشی ہوتی تب اس کا نکاح فرماتے۔"

بچیوں کے نکاح میں ان کی رضامندی کا خیال رکھنے کے متعلق حضرت عائشہؓ، نبی کریم ﷺ سے یہ ارشاد نقل کرتی ہیں :

"سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الْجَارِيَةِ يُنْكِحُهَا أَهْلُهَا، أَتُسْتَأْمَرُ أَمْ لَا؟ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: «نَعَمْ، تُسْتَأْمَرُ»، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ لَهُ: فَإِنَّهَا تَسْتَحِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:«فَذَلِكَ إِذْنُهَا، إِذَا هِيَ سَكَتَتْ»"[51]

"میں نے نبی کریم ﷺ سے ایسی لڑکی کے بارے میں پوچھا جس کے گھر والے اس کا نکاح کروا رہے ہوں توکیا وہ اس سے پوچھیں گے یا نہیں؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں، اس سے پوچھیں گے۔ عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے پوچھا کہ ایسی بچی تو شرماتی ہے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب وہ خاموش ہو جائے تو یہ اس کی رضامندی ہے۔"

اسی طرح باکرہ اور ثیبہ کی اجازت میں فرق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے :

"الثَّيِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ يَسْتَأْذِنُهَا أَبُوهَا فِي نَفْسِهَا، وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا، وَرُبَّمَا قَالَ: وَصَمْتُهَا إِقْرَارُهَا"[52]

"ثیبہ خاتون اپنے آپ کی زیادہ حقدار ہے اپنے ولی سے، اور باکرہ سے اس کا والد اس کی ذات کے بارے میں اجازت لے گا اور اس کی خاموشی اس کی اجازت ہے اور کبھی فرمایا کہ اس کی خاموشی اس کا اقرار ہے۔"

سیرتِ طیبہ کی ان تعلیمات کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ باپ کو اگرچہ ولایت حاصل ہے لیکن اس کے باوجود بچی سے پوچھ کر اس کا نکاح کرنا چاہیئے۔ اسی ولایت اور بچی کے اختیار کو مد نظر رکھ کر فقہائے کرام نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ عاقل بالغ لڑکی کا از خود نکاح کرانا درست ہے بشرطیکہ کفو میں ہو یعنی شوہر میں کفو کی تمام شرائط موجود ہوں۔

اسی طرح عاقلہ بالغہ ثیبہ عورت کا نکاح، اگر اس کی رضامندی کے بغیر کیا جائے اور وہ ایسے نکاح کی اجازت نہ دے تو شرعاً ایسا نکاح نافذ نہیں رہے گا اگرچہ باپ نے یہ نکاح کیوں نہ کیا ہو، جیسے کہ ایک انصاری عورت خنساء بنت خزامؓ کا واقعہ امام بخاریؒ نے یوں نقل کیا ہے :

"عَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِذَامٍ الْأَنْصَارِيَّةِ:أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ، فَكَرِهَتْ ذَلِكَ، فَأَتَتْ رَسُولَ اللهِ

ﷺ فَرَدَّ نِكَاحَهَا"[53]

"حضرت خنساء بنت خزامؓ سے روایت ہے کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح کیا، جب کہ وہ ثیبہ تھی اور اس کو وہاں نکاح کرنا پسند نہیں تھا تو وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور نبی کریم ﷺ نے اس کا نکاح رد کر دیا۔"

دوسری روایت میں یہ واقعہ نقل کرکے فرمایا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس عورت کو اپنے نکاح کا اختیار دے دیا تھا اور اس نے اختیار ملنے کے بعد یہ کہا تھا کہ جب اختیار مجھے مل گیا ہے تو میں اپنے باپ کے کئے ہوئے نکاح کو قبول کرتی ہوں لیکن صرف یہ بات عورتوں کو بتلانے کے لئے کی تھی کہ ان کو کچھ اختیار حاصل ہے یا نہیں۔ ابن ابی شیبہؒ نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں نقل فرمایا ہے:

"عن ابن بريدة، قال: جاءت فتاة إلى عائشة فقالت: إن أبي زوجني ابن أخيه لرفع خسيسته، وإني كرهت ذلك، فقالت لها عائشة: انتظري حتى يأتي رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم أرسل إلى أبيها، فجعل الأمر إليها، فقالت: أما إذا كان الأمر إلي فقد أجزت ما صنع أبي، إنما أردت أن أعلم هل للنساء من الأمر شيء أم لا"[54]

"ابن بریدہ سے روایت ہے کہ ایک نوجوان عورت حضرت عائشہؓ کے پاس آئی اور کہا کہ میرے باپ نے میرا نکاح اپنے بھتیجے کے ساتھ اس کی رزالت کو ختم کرنے کے لئے کیا ہے اور مجھے یہ نکاح پسند نہیں ہے تو عائشہؓ نے اس سے کہا کہ نبی کریم ﷺ کے آنے تک تھوڑا انتظار کرلے، جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو اس کے باپ کو پیغام بھیجا اور اس عورت کو خود اپنا اختیار دے دیا تو اس نے کہا کہ جب اختیار مجھے ملا تو میں اپنے باپ کے فیصلے کو نافذ رکھتی ہوں پس میں یہ جاننا چاہتی تھی کہ عورتوں کو بھی کچھ اختیار حاصل ہے یا نہیں۔"

اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ باپ کو اپنی بیٹی کے نکاح کا اختیار، بیٹی کی رضامندی کا خیال رکھتے ہوئے حاصل ہے۔ جبراً اس کی ناراضگی کے باوجود، بیٹی پر نکاح کا فیصلہ مسلط نہیں کر سکتا۔ ابن ابی شیبہؒ فرماتے ہیں:

"عن ابن طاوس، عن أبيه، قال: لا يكره الرجل ابنته الثيب على نكاح هي تكرهه"[55]

"باپ اپنی بالغ بیٹی پر نکاح کے معاملے میں زبردستی نہیں کر سکتا جب اس کی رضامندی نہ ہو۔"

اسی طرح "الاختیار فی تعلیل المختار" میں ہے کہ حضرت علیؓ کے زمانے میں ایک عورت نے اپنی بیٹی کا نکاح اس کی رضامندی کے ساتھ کیا تھا اور اس کے رشتہ داروں کو اس پر اعتراض تھا چنانچہ حضرت علیؓ نے اس نکاح کو نافذ قرار دیا تھا۔

"وَرُوِيَ أَنَّ امْرَأَةً زَوَّجَتْ بِنْتَهَا بِرِضَاهَا فَجَاءَ الْأَوْلِيَاءُ وَخَاصَمُوهَا إِلَى عَلِيٍّ فَأَجَازَ النِّكَاحَ. هَذَا دَلِيلُ الِانْعِقَادِ بِعِبَارَةِ النِّسَاءِ، وَأَنَّهُ أَجَازَ النِّكَاحَ بِغَيْرِ وَلِيٍّ؛ لِأَنَّهُمْ كَانُوا غَائِبِينَ؛ لِأَنَّهَا تَصَرَّفَتْ فِي خَالِصِ حَقِّهَا، وَلَا ضَرَرَ فِيهِ لِغَيْرِهَا فَيَنْفُذُ، كَتَصَرُّفِهَا فِي مَالِهَا" [56]

"روایت ہے کہ ایک عورت نے اپنی بیٹی کا نکاح اس کی رضامندی کے ساتھ کروایا تھا، اس کے اولیاء اس کے خلاف حضرت علیؓ کے پاس آئے تو حضرت علیؓ نے اس کا نکاح نافذ قرار دیا۔ یہ خواتین کے الفاظ کے ساتھ نکاح کے انعقاد اور بغیر ولی کے نکاح کے جائز ہونے پر دلیل ہے اس لئے کہ وہ اس

وقت موجود نہیں تھے۔ وجہ یہ کہ اس نے صرف اپنے حق میں تصرف کیا تھا اور اس میں کسی کا کوئی ضرر نہیں تھا لہٰذا یہ نکاح نافذ تھا جیسے کہ مال میں تصرف کرنا۔"

اس سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ عورت اپنا نکاح خود کروا سکتی ہے۔ شریعت نے باپ کو اپنی بیٹی کے نکاح کا جو اختیار دیا ہے، اس کے لئے کئی ایک شرائط رکھی ہیں؛ مثلاً باپ، بیٹی کے درمیان ظاہری طور پر کسی قسم کی دشمنی نہ ہو، باپ اپنی بیٹی کا نکاح اس کے کفو میں کرے اور مہر مثل سے کم پر نہ کرے، ایسے مرد کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح نہ کرے جس کے ساتھ زندگی گزارنا متعذر ہو جیسے بہت بوڑھا ہو یا اندھا ہو۔[57]

خلاصہ یہ کہ سیرتِ طیبہ کی روشنی میں عورت کو اپنے نکاح کے بارے اظہارِ رائے کا حق حاصل ہے لہٰذا ہمارے معاشرے میں بھی اس کی آگاہی ہونی چاہیئے اور کسی باپ کو بیٹی کے نکاح کے بارے میں، بیٹی سے خود یا والدہ اور گھر کی خواتین کے ذریعے پوچھتے ہوئے شرم اور عار محسوس نہیں کرنی چاہیئے کہ یہی عین سنت نبوی ہے لہٰذا اپنی غیرت کے تقاضوں کو سنت کے ماتحت رکھنا چاہیئے۔ خواتین کے نکاحوں میں ان کی مرضی کا خیال رکھنا شریعت کا ایک ضروری امر ہے جس کے نتائج یقیناً خوشگوار ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس آج کل نکاحوں میں بچوں کی مرضی کا خیال نہ رکھنے کے بُرے نتائج سامنے آرہے ہیں کہ ان کی آپس میں نہیں بنتی اور مقاصدِ نکاح حاصل نہیں ہو پاتے۔ نتیجہ کے طور پر طلاق، خلع، خُود کشی، قتل و غارت گری اور غیرت کے نام پر قتل کے واقعات میں مسلسل اضافہ دیکھنے میں آرہا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ معاشرے میں نبوی تعلیمات کو فروغ دے کر بچیوں کی زندگیوں اور حقوق کی حفاظت کی جائے۔

۹: سسرالی معاشرہ میں خواتین کی گزر بسر:

پختون معاشرہ میں خواتین کی بڑی حد تک عزت کی جاتی ہے۔ بہت سے گھرانے ایسے ہیں جہاں پر ساس بہو بھی آرام سے زندگی گزار رہے ہیں لیکن یہ تناسب انتہائی کم ہے۔ ساس، بہو کا معاملہ جس طرح دوسرے معاشروں میں مشہور ہے، اسی طرح پختون معاشرے میں بھی ہے۔ عمومی مشاہدہ یہ ہے کہ ہر ماں اپنی بیٹی کو اپنے داماد کے ساتھ خوش دیکھنا چاہتی ہے لیکن اپنے بیٹے اور بہو کے لئے اس کے یہ جذبات زیادہ نظر نہیں آتے۔ خواتین، بہن اور بیٹی کی صورت میں کافی حد تک خوش رہتی ہیں والدین اور بہن بھائی اس کا بہت خیال رکھتے ہیں لیکن شادی کے بعد جس سسرال کے لئے وہ اپنے خاندان کو چھوڑ کر آتی ہے، وہاں زیادہ تر ان کو اتنی خوشی اور محبت نہیں ملتی جتنی ان کی امیدیں ہوتی ہیں البتہ اس کے برعکس بہو سے خدمت کی بڑی اُمیدیں وابستہ کی جاتی ہیں۔

پختون معاشرے میں عمومی طور پر شوہر کے علاوہ سسر، ساس اور سسرال کے بعض دوسرے افراد کی خدمت کرنا، بہو کے فرائض میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان کے لئے کھانا، چائے وغیرہ تیار کرنا، سردی، گرمی، رمضان اور غیر رمضان میں تندور پر روٹی پکانا، ان کے کپڑے دھونا، استری کرنا، بروقت چائے اور کھانا بغیر کسی نقص کے پیش کرنا، برتن دھونا، مہمانوں کے لئے وقت بے وقت انتظامات کرنا، گھر کو صاف رکھنے کے لئے جھاڑو پوچہ لگانا، الغرض گھر کے تمام کام اس کی ذمہ داری بن جاتے ہیں۔ ان ذمہ داریوں میں سسرال والے کسی بھی غلطی یا کوتاہی کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے بلکہ بعض جہلاء کے ہاں تو کھانے میں نمک کی کمی، زیادتی پر اس کی مار پیٹ تک کی جاتی ہے۔

اس کے علاوہ شوہر کی تمام ضروریات اور خواہشات کو پورا کرنا اور اس کے بچوں کی رضاعت اور حضانت کرنا، اس کی

معاشرتی ذمہ داری بھی ہے۔اس کے مقابلے میں دیکھا جائے تو اس کی ضروریات کا اتنا خیال نہیں رکھا جاتا جتنا اس کا حق بنتا ہے۔ اس کی صحت، علاج و معالجہ اور اس کے خاندان میں غمی، خوشی کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی۔ سب سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ اتنی خدمات کے باوجود ایسی بہو کی تعریف نہیں کی جاتی بلکہ ساس اپنی بہو کے بارے میں شکایتیں ہی کرتی ہے۔ایسے سسرال کو ظالمانہ سسرال کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

نبی رحمت ﷺ نے اپنی سیرتِ طیبہ میں میاں بیوی کے لئے حقوق کے وجوب میں مساوات کو مدِ نظر رکھا ہے۔قرآن پاک میں ارشاد ہے:

"وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ"[58]

"اور ان عورتوں کے بھی شوہروں پر ویسے ہی حقوق ہیں جس طرح ان کے فرائض ہیں۔"

زندگی گزارنے میں اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ نے حسن معاشرت کا حکم دیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ"[59]

"عورتوں کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی گزارو۔"

اس کی تفسیر میں علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

"أَيْ طَيِّبُوا أَقْوَالَكُمْ لَهُنَّ، وَحَسِّنُوا أَفْعَالَكُمْ وَهَيْئَاتِكُمْ بِحَسَبِ قُدْرَتِكُمْ، كَمَا تُحِبُّ ذَلِكَ مِنْهَا فَافْعَلْ أَنْتَ بِهَا مِثْلَهُ"[60]

"یعنی ان کے ساتھ بات اچھے طریقے سے کیا کرو، ان کے ساتھ اپنی استطاعت کے مطابق اچھے اخلاق رکھو جس طرح کہ تم مرد اس سے یہ پسند کرتے ہو لہٰذا تم بھی ان سے اچھا سلوک کرتے رہنا۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي"[61]

"تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہتر ہو اور میں تم سب میں سے اپنے گھر والوں کے بہتر ہوں۔"

سیرتِ طیبہ سے یہی بات ثابت ہو رہی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے گھر والوں کے ساتھ ہمیشہ اچھی معاشرت رکھی، ان کے ساتھ گھر میں کام کیا ہے، باوجود نبی ہونے کے ان کے ساتھ کھیلا ہے، دوڑ لگائی ہے، ان کی دل لگی کے لئے ان کو صحابہ کے کھیل دکھائے ہیں، ان کو خوش رکھنے کے لئے نرمی کے ساتھ دل لگی اور ہنسی خوشی کی باتیں کی ہیں، رات کو ان کو قصے سنائے ہیں، ان کو خرچہ دینے میں وسعت سے کام لیا ہے۔[62]

اس طرح سیرتِ نبوی کی تعلیمات یہ ہیں کہ ان کی غلطیوں پر چشم پوشی اور صبر کیا جائے۔ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی خواتین کے حقوق کے بارے میں تاکید فرمائی تھی کہ عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔[63] ان کی ضروریات کا خیال رکھنا، ان کے کھانے پینے، رہن سہن اور لباس، پوشاک کا خیال رکھنا شوہر کی ذمہ داری ہے اور اگر وہ سسرال سے الگ گھر کا مطالبہ کرے تو یہ اس کا حق ہے جیسا کہ امام کاسانی نے ذکر کیا ہے۔[64]

پختون معاشرے میں اس شعور کی بیداری کے لئے بہت کام اور محنت کی ضرورت ہے۔ عام لوگ خواتین کے ان حقوق سے بے خبر ہیں۔ سسرال والے بہو کی خدمت کو اپنا شرعی حق سمجھتے ہیں حالانکہ بیوی پر شوہر کے والدین کی خدمت کرنا کوئی شرعی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ حسنِ معاشرت کی خاطر بیوی کو یہ ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ شوہر کے والدین کی خدمت کرے لیکن اگر وہ انکار کرے تو شوہر اس کو مجبور نہیں کر سکتا۔[65] لہٰذا ان کو سمجھانا تعلیم یافتہ طبقہ اور علماء کرام کی ذمہ داری ہے تاکہ معاشرہ میں امن وخوشحالی قائم ہوسکے اور حقدار کو اس کا حق مل سکے۔

۱۰: گھریلو ذمہ داریوں کے ساتھ معاشی ذمہ داریاں:

پختون معاشرے میں خواتین گھریلو ذمہ داریوں کے ساتھ کچھ معاشی ذمہ داریاں بھی نبھاتی ہیں جو مختلف علاقوں میں کم وزیادہ ہوتی ہیں، مثلاً پختون خواتین کی معاشی سرگرمیاں کم ہوتی ہیں اس لئے کہ پختون مرد عورت کی کمائی کھانے کو اپنی کم ہمتی سمجھتے ہیں۔اس وجہ سے ان کی دفتری یا سرکاری ذمہ داریاں بہت کم ہیں تاہم اس کے باوجود وہ کچھ نہ کچھ معاش کرتی رہتی ہیں جیسے گھریلو دستکاری کرنا، سینا، پرونا وغیرہ۔

دیہاتی اور پہاڑی علاقوں میں اس کے علاوہ خواتین کی مصروفیات میں مویشی پالنا، ان کے لئے چارہ پانی کا انتظام کرنا، ان کے اصطبل کی صفائی کرنا، ان کے دودھ دوہنا، کھیتوں میں کام کرنا، جنگل سے آگ کی لکڑیاں لانا اور چشموں سے پانی لانا بھی شامل ہے۔ بعض غریب گھرانوں میں تو صرف ایک بھینس پال کر وہ پورے گھر کا خرچہ چلاتی ہیں۔ یہ کام کرکے وہ مشقت تو زیادہ اٹھاتی ہیں لیکن گھریلو خرچہ میں اپنے شوہر اور بچوں کا بہت تعاون کرتی ہیں۔ شرعی طور پر اگرچہ ان کے لئے یہ کام کرنا کئی ایک شرائط کے ساتھ جائز ہے لیکن کمانے کی ذمہ داری ان کی نہیں کیوں کہ ان کا خرچہ ان کے شوہروں پر لازم ہے اور ان کو گھریلو ذمہ داری سونپی گئی ہے بلکہ ان کے گھریلو کاموں کو میدانِ جنگ کے مجاہدین کے کام کے برابر جانا گیا ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

"جِئْنَ النِّسَاءُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فقلن: يارسول اللّٰهِ ذَهَبَ الرِّجَالُ بِالْفَضْلِ وَالْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَمَا لَنَا عَمَلٌ نُدْرِكُ بِهِ عَمَلَ الْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ قَعَدَ - أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا- مِنْكُنَّ فِي بَيْتِهَا فَإِنَّهَا تُدْرِكُ عَمَلَ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ"[66]

"نبی کریم ﷺ کے پاس خواتین نے آکر عرض کیا: یارسول اللہ! مرد تو جہاد فی سبیل اللہ کی وجہ سے فضیلت لے گئے ہم کیا عمل کریں کہ ہم بھی مجاہدین جیسا ثواب پائیں؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو عورت اپنے گھر میں بیٹھی رہے وہ مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح اجر پائے گی۔"

نتائج البحث:

اس تحقیق کے چند نتائج سامنے آرہے ہیں جن کو ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

- پختون معاشرے میں خواتین کو معاشرتی طور پر کئی ایک مسائل کا سامنا ہے ان کو ان کے شرعی حقوق پورے طور پر نہیں ملتے۔
- پیدائش کی مبارک باد سے لے کر ان کی تعلیم وتربیت، ماں باپ اور گھر والوں کے پیار ومحبت میں لڑکوں کی نسبت ان کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔
- ہدیہ اور میراث میں بھی ان کے ساتھ منصفانہ سلوک نہیں کیا جاتا جو تعلیماتِ سیرت کے خلاف ہے۔

- تعلیماتِ سیرت کے برعکس ان کی زندگی کے فیصلوں میں ان کی رائے کو زیادہ ترجیح نہیں دی جاتی۔
- سسرال میں ان کو وہ حقوق نہیں ملتے جو نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے ہمیں ملتے ہیں۔
- گھریلو کاموں کے ساتھ خواتین معاشی ذمہ داریاں بھی نبھاتی ہیں جو اکثر اوقات ان کے لئے پریشانی کا باعث ہوتی ہیں۔

تجاویز:

اس تحقیق کی روشنی میں چند تجاویز سامنے آرہی ہیں جن کو ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

- نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کی روشنی میں خواتین کو پیش آنے والے مسائل کو حل کیا جائے۔
- معاشرتی امن کی خاطر، خواتین کی فطرت کو دیکھ کر اوران کے حقوق کو پہچان کر، ادا کرنے کی کوشش کی جائے۔
- خودکشی، غیرت کے نام پر قتل، والدین کی رضامندی کی بغیر کورٹ میرج جیسے مسائل سے بچنے کے لئے ان کی شرعی تربیت کے ساتھ ساتھ ان کی زندگی کے فیصلوں میں ان کی رائے ضرور لی جائے، جو شرعاً بھی ضروری ہے۔
- اکثر لوگ خواتین کے حقوق سے لاعلم ہوتے ہیں اس لئے ان کو آگاہی کی اشد ضرورت ہے۔
- اس جہالت اور کم علمی کو دور کرنے کے لئے اور معاشرے میں خواتین کو ان کی شرعی حیثیت دینے کے لئے اہل علم حضرات، سکالرز بالخصوص علماء کرام کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیئے۔
- خواتین کے شرعی حقوق خصوصاً میراث کی ادائیگی کے لئے خصوصی آگاہی سیمینارز کا اہتمام ہونا چاہیئے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] سورۃ البقرۃ: 208

Surah Al Baqrah,208

[2] ششماہی تحقیق مجلّہ ایکٹا اسلامیکا، شہید بے نظیر بھٹو یونیورسٹی، شرینگل، دیر، شمارہ جنوری تا جون 2017، ص، 149، 148

Bi-annual Research Journal Acta Islamica, Shaheed Benazir Bhutto University Shirangal, Dir, Jan-June 2017, p: 149-168

[3] ششماہی تحقیق مجلّہ ایکٹا اسلامیکا، شہید بے نظیر بھٹو یونیورسٹی، شرینگل، دیر، شمارہ جولائی تا دسمبر 2013، ص: 18-13

Bi-annual Research Journal Acta Islamica, Shaheed Benazir Bhutto University Shirangal, Dir, July-Dec 2013, p:13-18

[4] سورۃ الشوریٰ: 49,50

Surah Al Shūra, 49,50

[5] سورۃ النحل: 58-60

Surah Al Naḥal, 58-60

[6] سورۃ الانعام: 140

Surah Al 'An'ām, 140

[7]الماتریدی، ابو منصور، محمد بن محمد بن محمود، تفسیر الماتریدی (تاویلات اہل السنۃ)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع اول، 2005ء، 9:140

Al Māturīdī, Muḥammad bin Maḥmuwd, Abū Mansūr, *Tafsīr al Māturīdī*, (Tā'wīlāt ahl al Sunnah), (Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah), 9:140

[8] مصطفى سعيد الخن و مصطفى البغا علي الشربجي، الفقه المنهجي على مذهب الامام الشافعي، دار القلم للطباعۃ، دمشق، طبع چہارم، 1992ء، 3:65

'Alī Al Shurayḥī, Muṣṭafā Alkhin, Doctor, *Al Fiqh al Manhajī 'ala Madhab al Imām al Shaf'ī*, (Beirut: Dār al Qalam, 4th Edition, 1992), 3:65

[9]الجوزی، ابن قیم، محمد بن ابی بکر بن ایوب، تحفۃ المودود باحکام المولود، مکتبہ دار البیان، دمشق، طبع اول، 1971ء، ص:11

Al Jowzī, Ibn al Qayyim, Muḥammad bin Abū Bakr bin Ayūb, *Tuḥfah al Mawdūd Bi Aḥkām al Mawlūd*, (Damascuss: Maktabah Dār Al Bayān, 1st Edition,1971), p:11

[10]الجوہری، ابو نصر، اسماعیل بن حماد، الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیہ، دار العلم للملایین، بیروت، طبع چہارم، 1987ء، 4:1527

Al Jawharī, Abū Naṣr Isma'īl bin Ḥammād, *Al Ṣiḥāḥ Tāj al Lughāt wa Ṣiḥāḥ al 'Arabiyyah*, (Beirut: Dār al 'Ilm lil Malyīn, 4th Edition, 1987), 4:1527

[11]ایضا

Ibid.

[12]ابو حبیب، ڈاکٹر سعد، القاموس الفقہی لغۃ واصطلاحا، دار الفکر، دمشق، طبع دوم، 1988ء، 1:258

Abū Ḥabīb, Sa'ad, Doctor, *Al Qāmūs al Fiqhī Lughatan wa Iṣṭilāhan*, (Damascuss: Dār al Fikr, 2nd Edition, 1988), 1:258

[13] جامع للترمذی، بَابُ مَا جَاءَ فِي العَقِيقَةِ، حدیث رقم: 1513

Al Jāmi' lil Tirmadhī, Ḥādīth # 1513

[14] ابن قدامہ المقدسی، ابو محمد موفق الدین عبد اللہ بن احمد، المغني، مکتبۃ القاہرہ، بدون طبع، 9:458

Ibn Qudāmah, 'Abdullāh bin Aḥmad, *Al Mughnī*, (Maktabah al Qahirah), 9:458

[15]الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ، کویت، طبع دوم، سن 1427ھ، 7:73

Al Mawsūa'h al Fiqhiyyah al Kuwaitiyyah, (Kuwait: Ministry of Awqaf and Islamic Affairs,, 2nd Edition, 1427), 7:273

[16]امام مسلم، الجامع الصحیح، بَابُ اسْتِحْبَابِ تَغْيِيرِ الِاسْمِ الْقَبِيحِ إِلَى حَسَنٍ، وَتَغْيِيرِ اسْمِ بَرَّةَ إِلَى زَيْنَبَ وَجُوَيْرِيَةَ وَنَحْوِهِمَا، حدیث رقم: 2139

Imām Muslim, *Ṣaḥīḥ lil Muslim*, Ḥādith # 2139

[17]سنن ابی داؤد، باب فی المراۃ تکنی، حدیث رقم: 4970

Sunan Abī Daw'ud, Ḥādith # 4970

[18]ابن ماجہ، القزوینی، ابو عبد اللہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، حدیث رقم: 224

Ibn e Majah, al Qazwīnī, Abū 'Abdullāh, Muḥammad bin Yazīd, *Sunan*, Ḥādith # 224

[19] ملا القاری، علی بن (سلطان) محمد، شرح مسند ابی حنیفۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، طبع اول، سن 1985ء، 1:76

Mullah al Qārī, 'Alī bin (Sultān) Muḥammad, *Sharh Musnad Abī Ḥanīfah*, (Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah, 1st Edition, 1985), 1:76

[20]الاصفہانی، ابو نعیم، احمد بن عبد اللہ، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، دار الکتاب العربی، بیروت، 1974ء، 5:57

Al Aṣphāhānī, Aḥmad bin 'Abdullāh, *Ḥilyah al Awliyā' wa Ṭabqāt al Aṣfiyā'*, (Beirut: Dār

al Kutub al ʻArabī, 1974), 5:57

[21] النسائی، احمد بن شعیب، السنن الکبریٰ، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، طبع اول، ۲۰۰۱ء، حدیث رقم: 5865

Al Nasaī', Aḥmad bin Shoa'ib, *Al Sunan al Kubra*, (Beirut: Mo'ssasah al Risalah, 1st Edition, 2001), Ḥādith # 5865

[22] الصحیح للامام مسلم، بَابُ اسْتِحْبَابِ اسْتِعْمَالِ الْمُغْتَسِلَةِ مِنَ الْحَيْضِ فِرْصَةً مِنْ مِسْكٍ فِي مَوْضِعِ الدَّمِ، حدیث رقم: 232

Imām Muslim, *Ṣaḥīḥ lil Muslim*, Ḥādith # 232

[23] سنن ابی داؤد، باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ، حدیث رقم: 495

Sunan Abī Daw'ud, Ḥādith # 495

[24] النووی، ابوزکریا، محی الدین یحییٰ بن شرف، المجموع شرح المہذب، دار الفکر، 3:11

Al Nawawī, Yaḥya bin Sharf, *Al Majmu' Sharh al Muhadhab*, (Beirut: Dār al Beirut: Dār al Fikr), 3:11

[25] ایضا، 3:26

Ibid., 3:26

[26] لجنۃ علماء برئاسۃ نظام الدین البلخی، الفتاوی الہندیہ، دار الفکر، بیروت، طبع دوم، 1310ھ، 5:330

Lujnah 'Ulamā' Bi Ri'āsah Niẓām al Dīn al Balakhī, *Al Fatawa al Hindiyyah*, (Beirut: Dār al Fikr, 2nd Edition, 1310), 5:330

[27] سنن ابی داود، باب فی فضل من عال یتیما، حدیث رقم: 5146

Sunan Abī Daw'ud, Ḥādith # 5146

[28] البیہقی، ابوبکر، احمد بن الحسین الخراسانی، شعب الایمان: باب حقوق الاولاد والاھلین، حدیث رقم: 8327

Al Bayhaqī, Abū Bakr, Aḥmad bin al Ḥusain, *Sho'ab al I'mān*, Ḥadith # 8327

[29] http://ilm.com.pk/pakistan/pakistan-information/pakistan-literacy-rate dated 18-02-2018

[30] الفتاوی الہندیہ، 4:391

Al Fatawa al Hindiyyah, 4:391

[31] الخرشی المالکی، محمد بن عبد اللہ، شرح مختصر خلیل، دار الفکر للطباعۃ، بیروت، بدون طبع وتاریخ، 7:82

Al Khirshī, al Mālikī, Muḥammad bin 'Abdullāh, *Sharh Mukhtaṣar Khalīl*, (Beirut: Dār al Fikr), 7:82

[32] سورۃ النساء: 7

Surah al Nisa', 7

[32] الطبری ابو جعفر، محمد بن جریر، جامع البیان فی تاویل القرآن، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، طبع اول، 2000ء، 3:262

Al Ṭabarī, Muḥammad bin Jarīr, *Jami' al Bayān fī Ta'wīl al Qur'ān*, (Beirut: Mo'assasah al Risalah, 1st Edition, 2000), 3:262

[33] الماوردی، ابوالحسن، علی بن محمد البصری البغدادی، تفسیر الماوردی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع وسن ندارد، 1:366

Al Māwardī, 'Alī bin Muḥammad, Abū al Ḥasan, *Tafsīr al Māwardī*, Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah), 1:366

[34] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر ابن کثیر، دار الطیبہ للنشر والتوزیع، بیروت، طبع دوم، سن ۱۹۹۹ء، 1:362

Ibn Kathīr, Isma'īl bin 'Umar, *Tafsīr Ibn Kathīr*, (Beirut: Dār al Tayyibah lil Nashr wa al Tawzī', 2nd Edition, 1999), 1:362

[35] سورۃالنساء: 11

Surah al Nisa', 11

[36] سورۃالنساء: 29

Surah al Nisa', 29

[37] تفسیر ابن کثیر، 2:203

Tafsīr Ibn Kathīr, 2:203

[38] ایضا، 2:240

Ibid., 2:240

[40] سورۃالنساء: 19

Surah al Nisa', 19

[39] الصحیح للبخاری: بَابٌ مِنَ الاِکْرَاہِ، حدیث رقم: 6948

Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Ḥadith # 6948

[40] تفسیر ابن کثیر: 2:240

Tafsīr Ibn Kathīr, 2:240

[41] سورۃالنساء: 22

Surah al Nisa', 22

[42] الکاسانی، علاء الدین، ابو بکر بن مسعود بن احمد، بدائع الصنائع، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع دوم، 1986ء، 7:3

Al Kāsānī, 'Ala' al Dīn, Abū Bakr bin Mas'ūd bin Aḥmad, *Al Badāi' al Ṣanāi'*, (Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah, 2nd Edition,1986), 7:3

[43] سورۃالبقرۃ: 232

Surah al Baqarah, 232

[44] سورۃالبقرۃ: 230

Surah al Baqarah, 230

[45] الصحیح للبخاری: بَابُ لاَ يُنْكِحُ الأَبُ وَغَيْرُهُ البِكْرَ وَالثَّيِّبَ إِلَّا بِرِضَاهَا، حدیث رقم: 5136

Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Ḥadith # 5136

[46] ابن ابی شیبہ، ابو بکر، المصنف فی الاحادیث والاثار: باب الرجل یزوج ابنتہ، من قال: یستامرہا: حدیث رقم: 15979

Ibn Abī Shaībah, Abū Bakr, *Al Muṣannaf fil Aḥādīth wal A'thār*, Ḥādith # 15979

[47] المرغینانی، ابوالحسن، برہان الدین، علی بن ابی بکر، الہدایہ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، 1:191

Al Marghīnānī, 'Alī bin Abī Bakr, Burhān al Dīn, *al Hidayah*, (Beirut: Dār Iḥyā al Turāth al 'Arabī, 1:191

[48] الصنعانی، ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام، المصنف: باب استئمار النساء فی ابضاعہن، حدیث رقم: 10277

Al Ṣan'ānī, 'Abdul Razzāq, *Al Muṣannaf*, Ḥādith #: 10277

[49] البیہقی، ابو بکر، احمد بن الحسین، السنن الصغیر: بَابُ تَزْوِيجِ الْأَبِ ابْنَتَهُ الْبِكْرَ صَغِيرَةً كَانَتْ أَوْ كَبِيرَةً، حدیث رقم: 1420

Al Bayhaqī, Aḥmad bin al Ḥusain, *al Sunan al Saghīr*, Ḥāḍith # 1420

[50] الصحیح لمسلم: بَابُ اسْتِئْذَانِ الثَّيِّبِ فِي النِّكَاحِ بِالنُّطْقِ، وَالْبِكْرِ بِالسُّكُوتِ، حدیث رقم: 3542

Imām Muslim, *Ṣaḥīḥ lil Muslim*, Ḥādith # 3542

[51] الصحیح للبخاری: بَابُ إِذَا زَوَّجَ ابْنَتَهُ وَهِيَ كَارِهَةٌ فَنِكَاحُهُ مَرْدُودٌ، حدیث رقم: 5138

Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Ḥadith # 5138

[52] المصنف لابن ابی شیبہ، باب الرجل یزوج ابنتہ من قال یستامرہا، حدیث رقم: 15981

Al Muṣannaf li Ibn Abī Shaybah, Ḥādith # 15981

[53] ایضا: 15975

Ibid, 15975

[54] الموصلی، عبداللہ بن محمود بن مودود، الاختیار لتعلیل المختار، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع دوم، 1937ء، 3:90

Al Mawṣalī, 'Abdullāh bin Maḥūwd bin Mawdūd, *Al Ikhtiyār li Ta'līl al Ikhtiyār*, (Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah, 2nd Edition,1937), 3:90

[55] الموسوعہ الفقہیہ الکویتیہ، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ، الکویت، 41:263

Al Mawsūa'h al Fiqhiyyah al Kuwaitiyyah, 41:263

[56] سورۃ البقرۃ: 228

Surah Al Baqarah, 228

[57] سورۃ النساء: 19

Surah al Nisa', 19

[58] تفسیر ابن کثیر، 2:242، سورۃ النساء: 19

Tafsīr Ibn Kathīr, 2:242, Surah Al Nisa', 19

[59] سنن ابن ماجہ: باب حسن معاشرۃ النساء، حدیث رقم: 1977

Sunan Ibn Majah, Ḥādith # 1977

[60] الصحیح للبخاری: باب حسن المعاشرۃ مع الاہل، حدیث رقم: 5189،5190، سنن ابی داؤد، باب فی السبقۃ علی الرجل، حدیث رقم: 2578

Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Ḥadith # 5189,90, *Sunan Abī Dāwūd*, Ḥādith # 2578

[61] الصحیح للمسلم: باب بر الوالدین، حدیث رقم: 2548، وباب الوصیۃ بالنساء، حدیث رقم: 1469

Imām Muslim, *Ṣaḥīḥ lil Muslim*, Ḥādith # 2548, 1469

[62] بدائع الصنائع، 4:23

Badai' al Ṣanai', 4:23

[63] الدرویش، احمد بن عبد الرزاق، فتاوی اللجنۃ الدائمہ، الادارۃ العامۃ للطبع، ریاض، باب خدمۃ الزوجۃ لوالدی الزوج، 19:265

Al Darwaish, Aḥmad bin 'Abdul Razzāq, *Fatawa al Lujnah al Dā'imah*, (Riyadh: Al Idārah al 'Ammah lil Ṭab'), 19:265

[64] البزار، احمد بن عمرو، مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار، مکتبہ العلوم والحکم، مدینہ منورہ، طبع اول، 2009ء، حدیث رقم: 6962

Al Bazzār, Aḥmad bin 'Amar, *Musnad al Bazzār*, (Madinah: Maktabah al 'Ulūwm wal Ḥikam, 1st Edition, 2009), Ḥādith # 6962